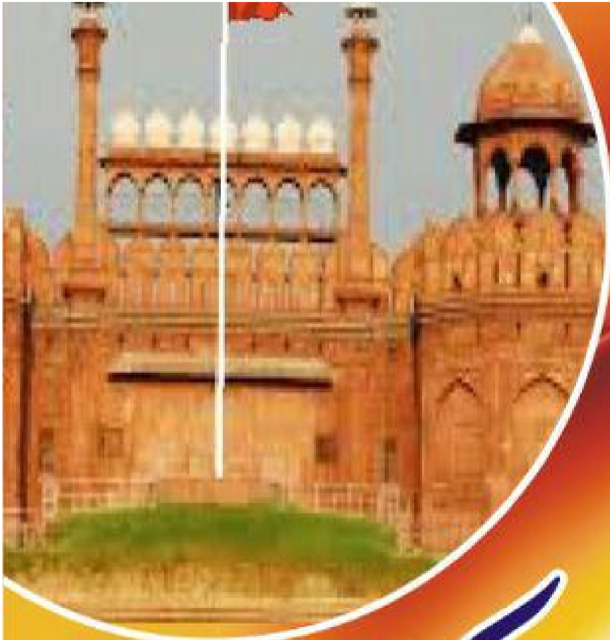


یونیفارم سول کوڈ

کی آڑ میں ملک کو

ہندو راشٹر بنانے کی سازش

حسب فرمائش: نبیرۂ میر عبدالواحد بلگرامی حضرت سید شاہ میر محمد حسین میاں واحدی بلگرامی مدظلہٗ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ واحدیہ زاہدیہ و سربراہ اعلیٰ جامعہ میر عبدواحد، بلگرام شریف

محمد راحت خان قادری
بانی و ناظم اعلیٰ، دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف



المکتب النور
شکار پور چودھری، نزد فریدہ پور، ایرفورس گیٹ، عزت نگر، بریلی شریف
(M) 9457919474 E-mail: mrkmqadri@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یونیفارم سول کوڈ

کی آڑ میں ملک کو
ہندو راشٹر بنانے کی سازش

محمد راحت خان قادری

بانی و ناظم اعلیٰ، دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف



المکتب النور

شکار پور چودھری، نزد فریدہ پور، ایرفورس گیٹ، عزت نگر، بریلی شریف

(M) 9457919474 E-mail: mrkmqadri@gmail.com

☆ نام کتاب یونیفارم سِول کوڈ کی آڑ میں ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی سازش

☆ مرتب محمد راحت خان قادری......شاہجہانپوری
بانی وناظم دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف

☆ پروف ریڈنگ مولانا محمد شہزاز تحسینی مصباحی، دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف
مفتی محمد شمس الدین خاں رضوی
صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ فیض القرآن، سلیم پور، نزد کلیر شریف، اتراکھنڈ

☆ صفحات : 20

☆ سال اشاعت : پہلا ایڈیشن، ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۶ء

☆ ناشر : المکتب النور بریلی شریف یوپی

Publisher :

ALMAKTABUN-NOOR

Shikarpur Chudhari Near Izzatnagar
Bareilly Shareef (U.P.) India Pin:243122
Mob:+919457919474, +919058145698
E-mail: faizanetajushshariya@gmail.com
Website: www.faizanetajushshariya.com

پیش لفظ

حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفی نجم القادری صاحب
جامعہ رضویہ پٹنہ

آج پورا ملک ہیجان وخلجان کے کرب سے گزر رہا ہے، نہ فرد کوسکون ہے نہ جماعت کو اطمینان، نہ عورت کے چہرے پر حقیقی مسکراہٹ ہے نہ مرد کی پیشانی پر مسرت کا نور، ایسے عالم رستہ خیز میں صرف اسلام ہے جو ہر ایک کو دوائے دل دے کر ساحل مراد سے ہم کنار وہم آغوش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے کہ اسلام بندوں کا نہیں خدا کا دین ہے، بندوں کا دین اور بندوں کا بنایا ہوا آئین صرف ماضی وحال کے کے دائرے میں محصور ہوتا ہے مگر خدا کا بنایا ہوا اصول ماضی اور حال کے ساتھ مستقبل کو بھی محیط ہوتا ہے، چوں کہ یہ آنے والے زمانے اور حالات کے منظر پس منظر کا بھی امین ہے اور ایسا اس لیے کہ دوسرے دینوں کی طرح جب کوئی قانون نافذ العمل ہونے کے بعد منفی نتیجہ دینے لگتا ہے اور ہر طرف ہاہا کار مچتی ہے تو جلد یا بہ دیر اس قانون کی جگہ دوسرا قانون لے لیتا ہے، پھر وہ بھی نہیں چل پاتا تو تیسرے قانون کی بات ہونے لگتی ہے، چوں کہ یہ سب قانون مستقبل کو دیکھ کر نہیں بنتے ہیں اس لیے ایسے اضطراب سے دوچار ہونا یہ فطری امر ہے، مگر خدا کے قوانین خود بدلنے کے لیے نہیں بلکہ حالات کو بدلنے اور سماج ومعاشرہ کو اپنی آئینی زنجیر میں جکڑ کر اطمینان وسکون کا سورج اگانے کے لیے ہیں، فرد سے لے کر جماعت تک یہ سب کے داخلی تقاضوں کا بھر پور خیال رکھتے ہیں اس لیے یہاں نہ ظلم ہے اور نہ ناانصافی کا کوئی گزر، ویسے مذہب اسلام جتنا سخت جان اور ہمت واستقلال کا پیکر ہے ویسا اور کوئی نہیں، ہر دور میں آزمایا گیا، ہر دور میں اس کے صبر کا امتحان لیا گیا، ہر دور میں اس پر جبر وقہر کے بادل منڈلائے، کبھی منکرین زکاۃ کی ٹولی سامنے آئی، کبھی یزیدی موجوں نے اس کو غرق کر دینا چاہا، کبھی مامونی قوت نے اس سے پنجہ آزمائی کی، کبھی دین الٰہی کی شکل میں چند دینوں کا ملغوبہ اس کے مدمقابل آیا مگر یہ ہر مصیبت وآلام سے ہنستے، مسکراتے اس لیے گزر گیا کہ یہ خدا کا دین ہے اور اس کا وعدہ ہے ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ یعنی قرآنی قوانین کو ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ گویا کہ:

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے　　　وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ان دنوں ملکی سطح پر حکومت کی طرف سے چھوڑے گیے شوشے کو لے کر طوفان برپا ہے، ایک بار پھر ''یکساں سول کوڈ'' اور ''طلاق ثلاثہ'' کے مسئلے کو لے کر حساس ذہن وفکر کے لوگ متحیر ومتفکر ہیں اور مختلف انداز سے اس کے دفاع بلکہ حکومت اپنی بات واپس لے لے اس کی کوشش اپنے شباب پر ہے۔

اس سلسلے کی ایک حقائق بداماں کڑی حضرت علامہ مفتی محمد راحت خاں قادری صاحب بریلی شریف کا یہ مقالہ ہے، جو بظاہر ہے تو صرف 20 رصفحات کا مرقع مگر ان بیس صفحات میں موصوف نے جس طرح دلائل وحقائق کو چھلنی میں چھان کر اپنی بات پیش کی ہے سیکڑوں صفحات کی ضخیم وعظیم کتابوں پر بھاری ہے، چھوٹے چھوٹے مگر چبھتے ہوئے ذیلی عناوین کے قالب میں آپ نے جس طرح اپنی آواز کو ڈھالا ہے یقیناً ہر قاری اس سے متاثر بھی ہوگا اور متکیف بھی، مثلا: مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی یقین دہانی، مذہب کی آزادی کا حق، یکساں شہری قانون، کیا یکساں شہری قانون کا نفاذ ضروری ہے؟، خودکشی کے اسباب، سول کے پردے میں کیا ہے؟، اسلام میں عورت کا مقام، اسلام کے نظام طلاق کی خوبی، وغیرہ وغیرہ ایسے ایسے عنوانات سے اپنے مضمون کی پیشانی سنوارنے اور سجانے کی کوشش کی گئی ہے کہ سنجیدہ اور یکسو ہو کر جو بھی ان تحریرات کے جھرمٹ سے گزرے گا مضمون کی زیریں لہریں ضرور اسے اپنی طرف متوجہ کریں گی، اور پیش کش کی مقناطیسیت اس کا دامن دل تھامے گی، اخلاص کے جس ساغر نور میں ڈوب کر مضمون صفحۂ قرطاس پر اتارنے کا جتن کیا گیا ہے، یقیناً للّٰہیت کا یہ کرشمہ ضرور اپنا رنگ دکھائے گا۔

خدا کرے! یہ کتاب ہر قاری کی ضرورت بن کر ایوان حکومت میں انقلاب برپا کرنے میں کامیاب سے کامیاب تر ثابت ہو، اور مجھے امید ہے ایسا ہی ہوگا اور ضرور ہوگا، میں تہِ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ بروقت ایک بہت ہی کام کی تحریر ان کے قلم سے معرض وجود میں آئی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت عام کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بِاِسۡمِہٖ تَعَالٰی وَ الصَّلَاۃ والسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ الۡاَعۡلٰی

میرا پیارا وطن ہندوستان ہے اس کو آزاد کرانے میں ہمارے بزرگوں نے اپنے خون کی قربانی پیش کی ہے۔ جب پورا ہندوستان ظلم وزیادتی کی انگریزی چکی میں پس رہا تھا اس وقت بھی ہندوستان کے باشندوں میں فکر ونظر، رنگ ونسل، تہذیب وتمدن، ثقافت وزبان اور قومی مفادات وجغرافیائی تعلق میں اختلاف تھا اس کے باوجود ہر مذہب وتہذیب، ہر ثقافت وتمدن اور ہر رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے تمام ہندوستانی انگریزوں کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہر ایک کو معلوم تھا کہ ہمارا ملک سیکولرازم کی راہ پر گامزن رہے گا اور علمائے کرام کی جدوجہد صرف اور صرف ملک میں نفاذ شریعت کے مقصد سے تھی۔ مسلمان وہ تو اپنا سب سے قیمتی سرمایہ ایمان واسلام ہی کو سمجھتا ہے، اپنے ایمان واسلام کی حفاظت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے بلکہ جب ضرورت پڑتی ہے تو ایمان واسلام کی حفاظت کے لیے کچھ بھی کر گزرنے میں دریغ نہیں محسوس کرتا ہے۔ جس کو ہمارے اس دعوے میں ذرہ برابر شبہ ہو وہ تاریخ کو اٹھائے اور دیکھے کہ نہ جانے کتنی تاریخوں کو ہم نے صرف قربانیوں سے رقم کیا ہے۔ جو قوم اپنے دین وایمان کو اتنا قیمتی تصور کرتی ہو ان کے بارے میں یہ خیال تک نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اس (ایمان واسلام کی حفاظت کے) یقین واعتماد کے بغیر اپنے آپ کو میدان کارزار میں پیش کیا ہو۔

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی یقین دہانی

آزادی سے پہلے ہی لیڈروں نے بار بار ''مسلم پرسنل لا'' کے تحفظ اور اس میں عدم مداخلت کی یقین دہانی کرانا شروع کر دی تھی۔ مسٹر موہن داس کرم چندر گاندھی جی نے بھی گول میز کانفرنس لندن ۱۹۲۱ء میں پوری وضاحت وصراحت کے ساتھ اسی کو بیان کرتے ہوئے یوں کہا تھا:

''مسلم پرسنل لا'' کو کسی بھی قانون کے ذریعہ چھیڑا نہیں جائے گا۔''

''مسلم پرسنل لا'' کی بقا و حفاظت کے لیے ''قانون تحفظ مسلم شریعت'' 1937ء (Shariat Appliction Act 1937) میں پاس کیا گیا اور اس کو آئین ہند کا حصہ بنا دیا گیا۔

1938ء میں ہری پور میں کانگریس نے اعلان کیا: ''اکثریت کی طرف سے ''مسلم پرسنل لا'' میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔''

آئین ہند میں مسلم پرسنل لا کی اہمیت

26/جنوری 1950ء کو ہمارے ملک میں دستور کا نفاذ ہوا۔ آزادی ہند کے بعد جب دستور ہند کو مرتب کیا گیا تو قانون کے سب سے اہم حصہ بنیادی حقوق کی فہرست میں ایسی دفعات بھی رکھی گئیں جس سے ''مسلم پرسنل لا'' کی حفاظت ہوتی ہے۔ بنیادی حقوق (Fundamental Rights) مندرجہ ذیل ہیں:

(1) برابری کا حق (Right To Equality)

(2) آزادی کا حق (Right To Freedom)

(3) مذہبی آزادی (Right To Freedom Of Religion)

(4) تہذیبی اور تعلیمی حقوق (Cultural Educational Right)

(5) جائداد رکھنے کا حق (Right Of Property)

(6) دستوری دادرسی کا حق (Right To Constitutional Remedy)

(7) استحصال کے خلاف حق (Right Against Exploitation)

مذہب کی آزادی کا حق

ہمارے ملک کی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں غیر مذہبی (Secular Democracy) قائم ہے، یعنی اسٹیٹ کا کوئی مذہب نہیں ہے اور ہر مذہب کو یکساں حیثیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے تمام باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں مشترک شہریت میں منسلک ہیں۔ ہر ہندوستانی شہری کو اسٹیٹ سے متمتع ہونے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ مذہب یا ذات پات یا کسی خاص علاقے یا ریاست میں پیدا ہونے سے کسی ہندوستانی کو شہریت کے کسی بھی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دفعہ 25: (1) پبلک آرڈر، اخلاقیات، صحت عامہ اور اس قسم کے دوسرے احکام کے تابع رہ کر تمام لوگوں کو ضمیر کی آزادی، مذہب کے اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کا مساوی

حق ہوگا۔

(2) یہ آرٹیکل کسی ایسے مروجہ قانون کو متاثر نہیں کرے گا اور نہ ریاست کے لیے کسی ایسے قانون سازی کے لیے مانع ہوگا، جس کے ذریعہ:

(الف) کسی مذہبی رسم کے معاشی، مالی، سیاسی یا کسی سیکولر پہلو کو منضبط یا محدود کیا جائے۔

(3) اس میں دی ہوئی دیگر دفعات کے تابع ہر شہری کو مذہبی عقائد پر قائم رہنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کی اجازت ہوگی۔

بنیادی حقوق کو نا قابل تنسیخ بنانے کے لیے دستور کے آرٹیکل 13 (2) میں یہ بات صاف کردی گئی کہ حکومت کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جو باب 3 (مذہبی آزادی (Right To Freedom Of Religion) میں بنیادی حقوق کے خلاف ہو، یا اس میں کسی قسم کی کوئی کمی ہو۔ دستور کی انہیں دفعات کی رو سے ''مسلم پرسنل لا'' مسلمانوں کے لیے نا قابل تنسیخ وتبدیل بنیادی حق ہے اس میں تبدیل وتنسیخ کے لیے اقدام کرنا گویا کہ مسلمانوں کو ان کے بنیادی حق سے محروم کرنا اور آئین ہند کی کھلی مخالفت کر کے مسلمانوں کے دینی و مذہبی، ایمانی و اسلامی جذبے کو ٹھیس پہنچانا ہے۔

یکساں شہری قانون

یونیفارم سول کوڈ (Uniform Civil Code) ، یکساں سِول کوڈ، کامن سول کوڈ یا یکساں شہری قانون آج ہمارے ملک ہندوستان میں زیر بحث ہے۔

یونیفارم سِوِل کوڈ ابھی تجاویز کے مراحل کا مسافر ہے۔ یہ بذات خود تو کوئی قانون نہیں ہے لیکن ایک ایسے قانون کی تدوین کے لیے راہ ہموار کر رہا ہے جس کے تحت ہندوستان کے تمام عائلی مسلم قوانین کو ختم کرنا مقصود ہے جن کے ماخذ قرآن و حدیث اور فقہ ہیں۔ جمہورِ ہند کے دستور کے آرٹیکل ''5'' تا ''19'' کے تحت ذکر کیے گیے تمام اختیارات کو غیر دستوری قرار دیتے ہوئے ان پر عمل آوری کو تعزیری جرم قرار دیا جائے گا۔ مذہب مہذب کے اسلامی قوانین جو نکاح وطلاق، مہر و وراثت اور ترکہ و وقف وغیرہ سے متعلق ہیں جن کو عائلی قوانین کہا جاتا ہے انھیں کے مجموعے کا نام مسلم پرسنل لا ہے جس کی بقا و حفاظت کے لیے '' قانون تحفظ مسلم شریعت'' (Shariat Appliction Act 1937) میں پاس کیا اور اس کو آئین ہند کا حصہ بنا دیا گیا۔ 1938 ء میں ہری پور میں کانگریس نے اعلان کیا: ''اکثریت کی طرف سے مسلم پرسنل لا میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔''

یونیفارم سول کوڈ یہ ہے کہ مملکت ہندوستان کے سارے علاقوں میں تمام شہریوں کے لیے یکساں قانون ترتیب دے۔ دستورِ ہند نے آرٹیکل(37) کے ذریعہ یہ بھی واضح کیا ہے کہ اس حصہ میں درج رہنما اصول کورٹ کے ذریعہ قابل نفاذ نہیں ہوں گے، یعنی یہ نہیں ہوگا کہ کوئی شخص کورٹ سے یہ حکم یا ہدایت حاصل کرلے کہ فلاں اصول کو نافذ کیا جائے یا اس کی تعمیل کی جائے۔

دستور کے رہنما اصول(Directive Principle) کی دفعہ 44 میں یہ کہا گیا ہے:

''ریاست کوشش کرے گی کہ پورے ملک میں شہریوں کے لیے یکساں شہری قانون نافذ ہو''۔

پارلیمنٹ میں جب مذکورہ دفعہ کو پڑھا گیا تو اس پر طویل بحث چھڑ گئی، مسلم ارکان پارلیمنٹ نے اس دفعہ میں اضافہ وترمیم کا مطالبہ کیا اور متعدد ترمیمیں پیش کیں جن کو ڈاکٹر امبیڈکر نے یہ کہہ کر خاموش کرنے کی کوشش کی:

''یہ محض حکومت کو اختیار دیا جا رہا ہے، جس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محض شخصی قوانین کو ختم کردینا ضروری ہوگا، خواہ ملک کے مسلمان، عیسائی یا کوئی اور فرقہ اس سے کتنا ہی کیوں نہ اختلاف کرے کسی کو یہ خطرہ نہیں ہونا چاہیے کہ صرف اختیار کے مل جانے کی وجہ سے حکومت اس پر عمل کے لیے اصرار کرے گی۔

حکومت کے اختیار عملا ہمیشہ محدود ہوا کرتے ہیں۔ خواہ لفظی طور پر آپ انہیں کتنا ہی لامحدود کردیں، کیوں کہ حکومت اپنے اختیارات کا استعمال اس طرح نہیں کرسکتی، جس کے نتیجہ میں مسلمان بغاوت پر آمادہ ہوجائیں، اگر کسی وقت حکومت ایسا کرنے کی سوچے تو اسے فاتر العقل کہنا چاہیے''

کہ پورے ملک میں مسلمانوں نے ''یونیفارم سول کوڈ'' کے خلاف مورچہ کھول رکھا ہے اور صاف لفظوں میں حکومت کو متنبہ کیا جا چکا ہے کہ ہمارے شرعی معاملات میں دخل نہ دے کیوں کہ یہ دخل اندازی مسلمان کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتا۔ اب اگر ہمارے ملک کی حکومت ایسے حالات میں بھی ''یونیفارم سول کوڈ'' کو نافذ کرنے پر تلی رہے تو اس کو ڈاکٹر امبیڈکر کے الفاظ میں ''فاتر العقل'' ہی کہا جائے گا۔

سول کوڈ کے پردے میں کیا ہے؟

ہندوستانی لیڈر ہمارے وطن عزیز ہندوستان کو دن بدن پستی کی جانب ڈھکیلنے کے لیے کوشاں

ہیں۔حکومت کا مطلب ومقصد سول کوڈ کا سہارا لے کر ہندوؤں کے قوانین اور رسم ورواج کو ہندوستان میں بسنے والے تمام افراد پر مسلط کر کے ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانا مقصود ہے۔اس کا اندازہ سابق مرکزی وزیر قانون مسٹر پاٹسکر کے مندرجہ ذیل اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے 1955ء میں ایک سوال (کہ پورے ملک میں یونیفارم سول کوڈ کس طرح نافذ کیا جائے گا؟) کے جواب میں ایک پریس کانفرنس میں یوں دیا تھا:

''ہندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائیں گی اگر ہم ایسا قانون بنانے میں کامیاب ہوگیے جو ہماری پچیاسی (85) فیصد آبادی کے لیے ہوتو باقی آبادی پر اسے نافذ کرنا مشکل نہ ہوگا،اس قانون سے پورے ملک میں یکسانیت پیدا ہوگی۔''

جب ''ہندو پرسنل لا'' کو نئی شکل وصورت میں ڈھالنے کی کوشش کی جارہی تھی اس وقت مسٹر پاٹسکر ہی نے 25/اگست 1955ءکو اپنی ریڈیائی تقریر میں یوں کہا تھا:

''ہم نے آئین کے نفاذ (26/جنوری 1950ء) کے بعد اسپیشل میرج ایکٹ (Special marrige act) ہندو میرج ایکٹ (Hindu marrige act) پاس کیے ہیں،اب ہندو قانون وراثت کا مسودہ پارلیمنٹ میں زیر غور ہے، یہ سب ضابطۂ دیوانی کو یکساں بنانے کے اقدامات ہیں۔''

مذکورہ دونوں اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ یونیفارم سول کوڈ کی آڑ میں کوئی دوسرا کھیل کھیلا جارہا ہے۔ایسا تماشہ برپا کرنے والے لیڈروں اور حکومت کے ذمہ داروں کو پہلے اس بات پر سروے کرانے کی ضرورت ہے کہ مذہبی تعلیم سے دوری کے باوجود بھی مسلمان ابھی اتنا بے حس وحرکت نہیں ہوا ہے کہ اس کے مذہبی نظریات پر ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں پابندی عائد کردی جائے اور وہ خاموشی سے دیکھتا رہے یا چند دن احتجاج ومطالبہ کر کے خاموش ہوجائے بلکہ مسلمان حکومتی ایوانوں میں کھلبلی مچانا بھی اچھی طرح جانتا ہے۔لہذا حکومت ہماری مذہبی آزادی کے بنیادی حق پر بری نظر نہ ڈالے اور ہمیں دستور کے مطابق مکمل مذہبی آزادی کے ساتھ ہی رہنے دیا جائے اسی میں ملک وملت کی بقا اور اس کے فوائد مضمر ہیں۔

کیا ''یونیفارم سول کوڈ'' کا نفاذ ضروری ہے؟

ہمارا ملک سیکولر ہے یہاں کی عدلیہ کا کوئی مذہب نہیں۔سیکولرازم کا یہ مطالبہ تو ہرگز نہیں ہے کہ ہندوستان میں ''یونیفارم سول کوڈ'' کولازمی طور پر نافذ ہی کیا جائے، نہ سیکولرازم کا یہ مفہوم ہے کہ ریاست کے چپے چپے سے مذہبیت کے تمام نقوش ورجحانات کومحو کردیا جائے، سماج سے مذہبی روایات اورافراد کے دلوں سے مذہبی تعلیمات کو کھرچ کھرچ کر مٹادیا جائے۔سیکولر ریاست کا مطلب صرف یہ ہے کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوگا، وہ کسی مذہب کی طرف دار نہیں ہوگی، کسی مذہب کے ماننے یانہ ماننے کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ ہر فرد کو مذہب کے قبول کرنے کی آزادی ہوگی، یہ مفہوم دستور ہند سے واضح ہوتا ہے اوراسی مفہوم کے پیش نظر یہاں قوانین بنائے گیے ہیں اس کے بعد یہ سوال نہیں اٹھتا کہ سیکولرازم کا لازمی تقاضہ ''یونیفارم سول کوڈ'' ہے۔

یونیفارم سول کوڈ کی بحث چھیڑنا سنگھ اورآرایس ایس کی سوچی سمجھی سازش ہے اس مسئلہ کو زیر بحث لاکر ہندوستانی عوام کے ساتھ ظاہرا ہمدردی کا اظہار ہے حقیقت میں ان ضروری باتوں سے پردہ پوشی کرنا مقصود ہے جن کے حل کے لیے گورنمینٹ کوئی پختہ لائحۂ عمل ابھی تک تیار نہیں کرسکی ہے۔طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کواچھال کر لیڈران اپنی سیاسی زمین کو ہموار کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔

ذرا انصاف کی نظر سے ٹھنڈے دل سے سوچیے! غوروفکر کیجیے! کیا صرف مسلم خواتین ہی ہر قسم کے مظالم کی شکار ہیں، کیا دوسری قوموں کی خواتین کے ساتھ کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہورہی ہے؟ کیا دنیا کی کسی دوسری قوم میں خاتون کو مہر دیے جانے کا انتظام ہے؟ ہندوستانی حکومت نے عورتوں کی ہمدردی کے لیے مہر کی طرح کون سا قانون پاس کیا؟ اس تعلق سے پارلیمنٹ میں کیا اور کب بحث کی گئی؟ اس وقت ہماری حکومت کی طرف سے تین طلاق کے معاملے کواس طرح اچھالا گیا ہے جس سے ایسا لگتا ہے کہ ہندوستانی حکومت کے لیے سب سے بڑی پریشانی اورسب سے خطرناک چیلنج ہندوستانی مسلمان عورتوں کو ملنے والی طلاق ہے۔اس معاملے کو سیاسی فقیروں نے اتنا بھاری بنادیا ہے کہ اب اس کے سامنے ہندوستان کے تمام معاملات بے وزن ہوکر دب سے گیے ہیں۔جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ بہت سی پریشانیوں میں گرفتار ہیں ان کا کوئی اچھا حل تلاش کرنے میں ہماری

حکومت ناکام ہے۔

اندازے کے مطابق دنیا میں ہر چالیس(40) سکنڈ میں ایک انسان خودکشی کر کے مرتا ہے۔قومی جرائم ریکارڈ ایجنسی (National Crime Records Beureau) کی رپورٹ کے مطابق صرف ہندوستان میں ہر چار(4) منٹ میں ایک انسان خودکشی کر رہا ہے۔ پھانسی، زہر اور بندوق وغیرہ کے ذریعہ ہر سال تقریبا آٹھ لاکھ(8,00,000) سے دس لاکھ(10,00,000) تک لوگ خودکشی کر کے مرتے ہیں۔خودکشی کرنے والوں میں مردوں کے مقابلے عورتوں کی تعداد تین گنا زیادہ ہے۔

عالمی پیمانے پر تقابل کیا جائے تو صرف ہمارے ملک ہندوستان میں اکیس(21) فیصد لوگ خودکشی کرتے ہیں باقی پوری دنیا میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد اناسی(79) فیصد ہے۔ہمارے پیارے ملک ہندوستان میں روزانہ تقریبا سات سو سات(707) لوگ خودکشی کر کے اپنی قیمتی اور انمول جانوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔کیا کبھی حکومت نے ان کے روک تھام کے لیے کوئی مثبت اور ٹھوس قدم اٹھایا؟

این، سی، آر، بی (نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو National Crime Records Beureau) کی رپورٹ کے مطابق سال 2014ء میں تقریبا 60,000 شادی شدہ مردوں اور 27,000 عورتوں نے خودکشی کی۔طلاق کے بعد 550 مردوں اور 410 عورتوں نے خودکشی کی ہے۔ کیا حکومت نے اس پر غور کیا کہ طلاق کے بعد مرنے والوں کی تعداد عورتوں کی زیادہ ہے یا مردوں کی؟ اگر تعداد مردوں کی زیادہ ہے تو حکومت نے اس کے حل کے لیے کیا مثبت قدم اٹھایا اور کیا تدبیریں کیں؟ کب اس کو سیاسی لیڈروں نے موضوعِ بحث بنایا؟

خودکشی کے اسباب

اس سے بڑا اور ظلم کیا ہوگا کہ انسان خودکشی کرنے کے لیے مجبور ہو جائے حکومت کو چاہیے کہ وہ پہلے ایسے ظلم اور زیادتیوں کی روک تھام کرے کہ جن کی وجہ سے انسان برداشت کی تمام سرحدوں کو پار کر کے موت کو گلے لگا لیتا ہے۔خودکشی کے اسباب پر غور و فکر کیا جائے اور ان کو دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے اس کے لیے کوئی ٹھوس لائحۂ عمل تیار کیا جائے۔

ملک میں کسانوں کے ساتھ ظلم

2013ء کے سروے کے مطابق ہر ایک کسان پریوار پر تقریباً سینتالیس ہزار(47,000) روپیے قرض ہے۔اکتالیس(41) فیصد کسانوں کے پریواروں کے پاس وی پی ایل یا اس سے نچلے درجہ کے کارڈ ہیں اور چوالیس(44) فیصد کسان پریواروں کے پاس منریگا کارڈ ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے کسانوں کی اکثریت غریبی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔اندازے کے مطابق گاؤں کی آبادیوں میں خودکشی کرنے والوں میں ستر(70) فیصد کسان پریوار والے ہوتے ہیں۔یعنی گاؤں میں نوے ہزار پانچ سو چھیاسی(90,586) افراد جو خودکشی کرنے والے ہیں ان میں سے ستر(70) فیصد یعنی تریسٹھ ہزار چار سو دس(63,410) لوگوں کی خودکشی کے معاملات کسانوں سے متعلق ہیں۔اس اعتبار سے ہندوستان کے گاؤں میں کسانوں کے گھر روزانہ ایک سو چوہتر(174) اور ایک گھنٹے میں سات(7) لوگ خودکشی کرتے ہیں اور یہ حالات کسی ایک صوبے کے نہیں ہیں بلکہ پورے ملک میں ہی ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں۔

کسان وہ قوم ہے کہ جن کا احسان ہر قسم کے پیشہ والوں پر ہے، کسان اپنے خون پسینے کو بہا کر، گرمی کے موسم میں گرمی کی شدت کو برداشت کرکے، جاڑوں میں سردی کو سہ کر، رات دن ایک کرکے اناج اور غلہ پیدا کرتا ہے۔ہمارے ملک میں ان کے ساتھ بھی دھاندلی کی جاتی ہے۔ایک طرف ان کے اناج وغلہ کی خریداری کے لیے سینٹر قائم کیے جاتے ہیں دوسری جانب ان سینٹرز پر غلہ کی خریداری کو روک کر حکومتی لیڈروں کے نمائندے غلہ واناج خریدنے کے لیے نکل پڑتے ہیں اب مجبوراً کسانوں کو اپنی خون پسینے کی کمائی اونے پونے دام میں بیچنی پڑتی ہے کیوں کہ گورنمنٹ نے جو ریٹ متعین کیا ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے ان کو رکنا پڑے گا اور قرضہ وغیرہ کی مجبوریوں کی وجہ سے کسان اب مزید رکنے کی حیثیت میں نہیں ہوتا ہے۔

عورتوں پر ظلم وزیادتی

ہندوستانی عورت گھر سے لے کر آفس تک کہاں محفوظ ہے؟ گھروں میں کبھی وہ باپ کی ہوس کا شکار بن رہی ہے کبھی بھائی اور چچا کی گندی نظروں کے تیر اس کو گھائل کرتے ہیں۔گھر سے باہر جب

سروس کے لیے جاتی ہے منیجر و آپریٹر سے لے کر دیگر سروس پارٹنرز کے لیے وہ کھیلنے کا سامان ہوتی ہے۔ جب مندر میں پہنچتی ہے تو وہاں آسارام، بابا رام پال اور سوامی نتیانند کی طرح بہت سے شیاطین موجود ہوتے ہیں جو اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنے سے نہیں چوکتے۔

بے روزگاری اور بھک مری

دوسرے ممالک کو بطور امداد ہماری حکومت ہزاروں کروڑ تک دے دیتی ہے لیکن اپنے ملک کی عوام کے لیے کوئی ٹھوس انتظامات نہیں کیے جاتے دوسرے طبقے کے لوگوں کو چھوڑیئے صرف گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کو دیکھیے کتنوں کو روزگار ملتا ہے اور کتنے بے روزگاری و بھک مری کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ چوری کرتے ہیں، ڈکیتی ڈالتے ہیں اور پیسوں کے حصول کے لیے دوسروں کی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر گورنمنٹ کی طرف سے ان کی بے روزگاری کو دور کرنے کے لیے کوئی ٹھوس قدم اٹھایا گیا ہوتا تو ہمارے ملک میں چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری کی اتنی وارداتیں ہرگز نہ ہوتیں۔ اور بے روزگاری میں بھی بہت سی کمیاں ہو چکی ہوتیں۔

جہیز کی مانگ

ہر گھنٹے میں ایک عورت کو جہیز کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے۔ پچھلے تین سالوں میں چوبیس ہزار سات سو اکہتر (24,771) عورتوں کو جہیز کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے، یہ تعداد ان عورتوں کی ہے جن کی باقاعدہ قانونی اعتبار سے تھانوں میں رپورٹ درج کی گئی ہے۔ مہیلا، بال وکاس منتری، مینکا گاندھی نے کہا کہ 2012,2013 اور 2014ء میں جہیز کی وجہ سے ماری گئی عورتوں کی تعداد آٹھ ہزار دو سو تینتیس (8,233)، آٹھ ہزار تراسی (8,083) اور آٹھ ہزار چار سو پچپن (8,455) ہے۔

کوئی بھی اچھی چیز جب تک دائرے اور حدود میں رہے تب تک وہ بہتر ہے جب وہ دائرے سے نکلے اور حدود کو تجاوز کرے تو بہت نفع بخش چیز بھی جان کی دشمن بن جاتی ہے۔ عورت کی آزادی کے نام پر عورت کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ اب ہر جگہ کام کرنے کے لیے آپ کو عورت ملے گی۔ دکانیں، آفس، فیکٹریاں اور کارخانے وغیرہ کون سی ایسی جگہ ہے کہ جہاں عورت کو داخل کر کے اس کی آبرو کے ساتھ کھلواڑ نہ ہوا ہو۔

پہلے انہیں سیاسی لیڈروں اور سرمایہ داروں نے دکھا دکھا کر جہیز دینا شروع کیا، جس کی وجہ

سے ملک میں جہیز کا رواج عام ہوتا گیا، اب ہر غریب اور امیر کو اپنی بیٹی کی شادی کے خواب کو دیکھنے کے لیے بہت سے جہیز کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ جس کی کئی لڑکیاں ہوتی ہیں تو وہ انہیں کی فکر میں گھٹتا رہتا ہے اور بہت سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تک اس خوف سے ختم ہو جاتی ہیں کہ وہ جہیز کا انتظام کہاں سے کریں گے۔ جہیز کی مانگ ملک میں اس قدر بڑھ چکی ہے کہ بہت سی لڑکیوں پر بڑھاپا صرف اس وجہ سے آجاتا ہے کہ ان کے والدین مروجہ جہیز کا انتظام نہیں کر سکتے۔

عصمت دری

زنا بالجبر کے معاملہ میں عالمی پیمانے پر اگر ہندوستان کو دیکھا جائے تو وہ ممالک جن میں سب سے زیادہ زنا بالجبر کی واردات ہوتی ہیں ان میں اس کو چوتھا مقام حاصل ہے۔ این سی آر بی (نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو) کی رپورٹ کے مطابق سال 2013ء میں ملک بھر میں تقریبا چوبیس ہزار نو سو تیئیس (24923) معاملات زنا بالجبر کے وہ ہیں جو درج کیے گیے ہیں۔

جب بھی آپ اخبار کو دیکھیں تو ملک کے کئی حصوں کی ایسی خبریں آپ کو ضرور ملیں گی کہ جن میں عورت کی اجتماعی یا انفرادی آبروریزی کا ذکر ہوگا۔ یہاں تک کہ تین چار سالہ بچیاں تک ہوس کے پجاریوں سے محفوظ نہیں ہیں۔

جہالت

یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ ان پڑھ یا کم پڑھے لکھے لوگ بغیر غور وفکر کیے ہوئے خودکشی کر لیتے ہیں اور تجربات بھی یہی بتاتے ہیں ہندوستان میں 2004ء کے سروے کے مطابق خودکشی کرنے والے لوگوں میں سے نوے (90) فیصد وہ لوگ تھے جو یا تو بالکل ان پڑھ یا کم (دسویں تک) پڑھے لکھے تھے، پڑھے لکھے صرف چھ (6) فیصد تھے۔

ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں کے حالات کسی پر پوشیدہ نہیں ہیں کچھ ادارے وہ ہوتے ہیں کہ جن میں سیاسی لیڈر اور سرمایہ دار ہی اپنے بچوں کو پڑھا سکتے ہیں، یہ ادارے حکومت کے قائم کردہ نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کی باگ ڈور حکومت سے الگ کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ایسے اداروں میں تو تعلیم پر دھیان دیا جاتا ہے لیکن ان میں اتنی زیادہ فیس ہوتی ہے کہ غریب تو دور کی بات متوسط درجہ کا انسان بھی اپنے بچوں کو نہیں پڑھا سکتا۔ دوسرے وہ ادارے ہوتے ہیں جن کی باگ ڈور حکومت کے ہاتھ

میں ہوتی ہے لیکن ان میں پڑھانے والے اکثر نااہل اور غیر ذمہ دار ہوتے ہیں جو صرف برائے نام خانہ پری کے لیے جاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو خانہ پری کے لیے بھی نہیں جانا پڑتا ہے۔ایسے حالات میں کیا تعلیمی ترقی ہوسکتی ہے اور کیسے ہندوستان کے باشندے تعلیم یافتہ ہوسکتے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی چیزیں ہیں جن کی اصلاح کے لیے حکومت کو فوری اقدامات کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ان مذکورہ باتوں پر عدلیہ اور حکومت کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے حل کے لیے جلد سے جلد کوئی ٹھوس اور مثبت قدم اٹھایا جائے۔اگر ہندوستان سے لڑاؤ اور راج کرو، نفرت پھلاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو ختم نہ کیا گیا تو یہ ملک کبھی بھی ترقی نہیں کرسکے گا۔ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ حکومت یکساں سلوک کرے ذات، پات اور رنگ ونسل کا کھیل کھیلنے والے ملک کے ہرگز وفادار نہیں ہوسکتے بلکہ ایسے لوگ ہمارے ملک کے خوب صورت چہرے پر بدنما داغ ہیں۔

دہشت گردی

لوگوں کو ڈرانا، دھمکانا اور ان کو ستانا یہی تو ہے دہشت گردی۔آج معاملہ الٹا ہے جو بھارت ماتا کی جئے کے نعرے نہ لگائیں ان کو دہشت گرد کہا جارہا ہے، جن ہندؤں نے دہشت کی وارداتیں انجام دی ہیں ان کی دہشت گردی کو چھپانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔جہاں بھی کوئی دہشت گردی کی واردات ہوتی ہے بغیر دیکھے وقت سے پہلے ہی مسلمانوں کی گرفتاریاں ہوجاتی ہیں اور دنیا کے سامنے کسی نہ کسی مسلمان کو ذمہ دار بنا کر بھی پیش کردیا جاتا ہے۔

2008ء میں ممبئی کے دہشت گردانہ حملے کے بعد ''مرکزی حکومت'' نے ''قومی تحقیقاتی ایجنسی'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا جس کا مقصد ملک میں دہشت گردی کے واقعات کی آزادانہ تحقیق کرکے ملزموں کو کیفر کردار تک پہنچانا تھا۔یو پی اے حکومت کے دور میں ''این آئی اے'' نے ہندو دہشت گردی کو بے نقاب کیا۔مہاراشٹر انسداد دہشت گردی اسکواڈ کے سربراہ ہیمنت کرکرے نے مالیگاؤں بم دھماکوں کے جرم میں ہندو دہشت گرد تنظیم ''ابھینؤ بھارت'' کے کارندوں کو گرفتار کیا، اور ملک میں ہندو دہشت گردی کا چہرہ کھل کر سامنے آگیا جس کی پاداش میں ہیمنت کرکرے کی جان ہی لے لی گئی۔آٹھ سال کا لمبا زمانہ گزرنے کے بعد آج بھی ان کی موت پر راز کے دبیز پردے پڑے ہوئے

ہیں۔''وکی لیکس'' کے مطابق ہیمنت کرکرے کوصرف اس لیے مارا گیا تھا کیوں کہ انہوں نے ہندو دہشت گردی کو بے نقاب کیا تھا۔

مالیگاؤں کی طرح مکہ مسجد حیدرآباد،اجمیر شریف راجستھان اور سمجھوتا ایکسپریس وغیرہ کے بم دھماکوں میں بھی ہندو دہشت گرد ہی ملوث پائے گیے اور ان کو گرفتار بھی کیا گیا۔''سوامی اسیمانند'' کے 2010ء کے اقبالیہ بیان سے یہ بات اچھی طرح سے ثابت ہو چکی تھی کہ ملک میں ہندو دہشت گردی کا وجود ہے۔وقت گزرنے پر این آئی اے کے دفتر سے''سوامی اسیمانند'' کے جرم کی فائلوں کو غائب کر دیا گیا اور وہ بھی اپنے بیان سے منحرف ہو گیا۔سمجھوتا ایکسپریس کے دھماکے میں کلیدی کردار ادا کرنے والے''کرنل پرساد پروہت'' کو کلین چٹ دے دی گئی،مالیگاؤں دھماکوں میں ملوث''سادھوی پرگیہ'' کو بھی بے گناہ قرار دینے کی سازش رچی جا چکی ہے۔

جب سے موجودہ حکومت برسر اقتدار آئی ہے تب سے ایسا لگتا ہے کہ مجرمں اور ہندو دہشت گردوں کے نہایت ہی اچھے دن آ گئے ہوں سب سے پہلے گجرات دنگوں میں ملوث، بدنام زمانہ اور داغدار پولیس ملازمین اور عہدے داران کو رہا کروانے کا عمل شروع ہوا۔''عشرت جہاں'' انکاؤنٹر کے معاملے میں گجرات پولیس کے سربراہ سے لے کر دوسرے نو(9) بڑے عہدے داروں کو جیل کی سلاخوں میں قید کیا گیا تھا،موجودہ حکومت کے اقتدار میں آتے ہی گجرات پولیس کے سربراہ''پی پی پانڈے'' کو نہ صرف جیل سے رہا کیا گیا بلکہ حکومت نے ان کو ریاست کا عبوری ڈی آئی جی بھی بنا دیا۔عشرت جہاں انکاؤنٹر کے دوسرے ملزم''ڈی جی ونزارا'' جن کو گجرات بدر کر کے حکومت نے گجرات میں ان کے داخل ہونے پر پابندی عائد کی تھی اب وہ کورٹ کی اجازت سے ریاست میں واپس آگیے اور تلوار کے ساتھ رقص کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ اب ایک نئی زندگی کی شروعات کریں گے اور مخالفین کو بھرپور جواب دیں گے۔گجرات فسادات کے دو اہم ملزمین جن کو کورٹ نے عمر قید کی سزا سنائی تھی ان کو بھی رہا کر دیا گیا ہے۔2004ء میں ہوئے عشرت جہاں انکاؤنٹر کے وقت موجودہ بی جے پی صدر''امیت شاہ'' ریاست کے وزیر داخلہ تھے ان کو بھی اسی جرم میں گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا تھا لیکن اس وقت وہ بھی بری ہو چکے ہیں۔

رشتۂ خون توڑ ڈالا ہے حق کا مضمون توڑ ڈالا ہے آج وہ دیش بھکت بنتا ہے جس نے قانون توڑ ڈالا ہے

ایسے ایک دو معاملات نہیں بلکہ بہت سی وارداتیں ہیں کیا حکومت نے کبھی ان پر سنجیدگی سے

غور کیا؟ کیا کبھی کسی ہندو دہشت گرد کو بھی دہشت گردی کے الزم میں پھانسی کے پھندے پر چڑھایا گیا؟ جب ہمارا ملک جمہوری ہے یہاں کے نظام میں سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا جانا یہ دستور کی اہم دفعات سے ہے اب تک اس پر عمل کیوں نہیں ہورہا ہے؟ کیا حکومت کو پہلے اس بات کی ضرورت نہیں کہ ملک کی ترقی اور اس کی بقا کے لیے دہشت گردی کے معاملہ میں کسی بھی دہشت گرد کے مذہب وغیرہ کو دیکھے بغیر اس پر قانونی کاروائی کرے؟ اگر مسلمانوں کے تعلق سے لکھا جائے تو پوری ایک لمبی داستان اسی بات کی تیار ہوجائے گی کہ آج تک بہت سے مسلمانوں کا فرضی انکاؤنٹر کیا گیا، بہت سے مسلمان نوجوانوں کو بلاوجہ گرفتار کیا گیا جب ان کی جوانی برباد ہوگئی اور بڑھاپا آگیا تب حکومت نے ان کو بے گناہ مان کر رہا کردیا اور بہت سے مسلمان محض مسلمان ہونے کی وجہ سے آج بھی جیل کی سلاخوں میں اپنی زندگی گزارر ہے ہیں۔

ایک دو زخم نہیں سارا جسم ہے چھلنی   درد بے چارہ پریشاں ہے کہاں سے اٹھے

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام میں عورت کی قدر و قیمت ایسی بھی نہیں ہے کہ عورت کمانے کے لیے جائے ہاتھ میں کدال لے کر زمین کو کھودتی پھرے، بچوں کو پیٹھ پر باندھ کر، اینٹوں کو سر پر لاد کر چار پانچ منزل کے اوپر پہنچائے، وہ روزانہ دفتروں کے چکر کاٹتی رہے اور دوسروں کے چکر میں پھنستی رہے، ریسٹورینٹ(Restaurant) مال(Mall) اور ہوٹل(Hotel) میں نیم عریاں ہوکر دوسروں کے سامنے جام و مینا چھلکانے کے لیے جھکتی پھرے، ہوس کے پجاری اس کی لائی ہوئی چیز کی طرف دھیان نہ دے کر اپنی آنکھوں کو اس کے جسم میں گاڑ دیں، عورت اتنی پریشانیاں، مصیبتیں اور مشقتیں اٹھا کر بلکہ اپنی عزت وعصمت کو داؤ پر لگا کر کچھ پیسے کما کر لائے اور شوہر اس کی کمائی سے عیاشی کرے اور اپنی دیوثی میں خوش رہے۔

اسلام نے عورت کو اتنی بلندی اور عظمت عطا کی ہے جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی۔ اسلام اس بات کا قائل ہے کہ عورت کو مہارانی بنا کر رکھا جائے شوہر پر لازم وضروری ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے، رہنے سہنے اوڑھنے بچھانے کا انتظام کرے۔ خود کما کر لائے اور بیوی کو کمانے نہ بھیجے بلکہ بٹھا کر کھلائے اور اس کو کسی بھی قسم کی پریشانی نہ ہونے دے۔

اسلام کے نظام طلاق کی خوبی

عورت کو شوہر کے ساتھ اتنا مجبور کر دینا کہ شوہر کے مرنے کے بعد بھی اس کو مرد کی ارتھی پر جلانے کے جتن کیے جائیں۔ جہاں ایسی صورت حال ہوتی ہے وہاں عورت کو مظلوم کہا جاتا ہے اور کہنا بھی چاہیے۔ جہاں میاں اور بیوی کے درمیان تلخیاں اور دوریاں جب اتنی بڑھ جائیں کہ اب ایک ساتھ رہنے کی کوئی صورت نہ ہو اور وہاں طلاق کی طرح چھٹکارے کا کوئی آپشن بھی نہ ہو تو ایسی جگہوں اور ایسے قانون و رواج کے ماننے والوں سے آپ کو یہ خبریں خوب ملیں گی کہ فلاں جگہ پر عورت کی ساڑی میں یا گیس سلینڈر میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے عورت جل کر مر گئی یا چھت کے اوپر سے پیر پھسلنے سے موت ہو گئی۔ الحمدللہ! ایسی خبریں اسلام کے قانون کو ماننے والے مسلمانوں میں سننے کو نہیں ملتی ہیں۔

مرد عورت کو طلاق دے کر خود تو شادی کر لے لیکن عورت اس کے بارے میں سوچے بھی تو مجرم قرار دی جائے جس قوم میں ایسا رواج ہوتا ہے اس میں خودکشی کی وارداتیں زیادہ ہوتی ہیں اور عورتیں عیاشی کے دھندے کو اختیار کر لیتی ہیں۔

جب میاں بیوی کے درمیان نبھاؤ کی کوئی صورت نہ رہے رشتوں میں کڑواہٹ آ جائے، ایک ساتھ رہنا مشکل ہو جائے تو ایسی صورت میں اسلام نے میاں بیوی کو بالکل مجبور نہیں کیا ہے بلکہ آپشن کے طور پر طلاق کو رکھا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو صرف مجبوری میں ایک طلاق دے اور خود غور و فکر کرے کہ اس کا یہ قدم ٹھیک ہے یا نہیں اور عورت کو سوچنے سمجھنے کا موقع دے کہ وہ اپنی غلطیوں اور کمیوں سے باز آ جائے۔ اگر مرد کو اپنی غلطی سمجھ میں آتی ہے تو اپنی غلطی کو مان کر پھر سے عورت کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کو شروع کر سکتا ہے اور اگر عورت کے اندر کمیاں ہیں اور وہ اپنی کمیوں کو چھوڑنے پر راضی ہے تو شوہر اس کو اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے۔ شریعت نے اس ایک طلاق کا بھی طریقہ اور ضابطہ متعین کیا ہے جس کو علما اور مفتیان کرام سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک ساتھ بلاوجہ دو طلاقیں یا تین طلاقیں دینے کو شریعت نے گناہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر کوئی ایک ساتھ تین طلاقیں دے گا تو وہ نہیں پڑیں گی۔ بلکہ جس طرح سے کسی کو بلاوجہ قتل کرنا شریعت میں جرم ہے اور ہمارے ہندوستان کے آئین میں بھی جرم ہے تو اگر کوئی کسی کو قتل کرے گا تو جرم ہونے کے باوجود بھی جس کا قتل کیا گیا ہے اس کی جان تو چلی ہی جائے گی ہاں قتل کرنے والا شریعت کے اعتبار سے اور ہمارے ہندوستان کے آئین کے اعتبار سے بھی مجرم قرار دیا جائے گا۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی ایک ساتھ دو

طلاقیں یا تین طلاقیں دے گا تو وہ واقع ہو جائیں گی اور ایسا کرنے والے کو اسلامی شریعت کے اعتبار سے مجرم قرار دیا جائے گا۔

ہندوستانیوں کے ازدواجی حالات پر 2011ء کے سروے کے مطابق طلاق شدہ ہندوستانی عورتوں میں اڑسٹھ (68) فیصد ہندو اور تین فیصد سے کچھ زیادہ (3.3) مسلمان ہیں۔ اس سروے میں صرف ان عورتوں کی تعداد ہے جن کو طلاق دے دی گئی ہے ورنہ بہت سی وہ عورتیں ہیں کہ جن کو لٹکا کر رکھا گیا ہے جیسے موجودہ وزیراعظم کی اہلیہ۔

مذہب مہذب اسلام کے ہر ایک حکم میں ہزاروں حکمتیں ہیں لیکن جس کے دل میں کفر وحسد اور تعصب وشرک موجود ہو تو وہ اس کی خوبیوں کو کیا دیکھے اور کیا اعتراف کرے۔ ہر ایک کا ذوق الگ ہوتا ہے جو جیسے ماحول میں رہتا ہے اس کی طبیعت بھی اسی کی عادی ہوتی ہے مثلاً سمندر اور دریا میں رہنے والے جانوروں کا ذوق یہ ہے کہ اس کو خشکی نہیں بھا سکتی اور خشکی میں رہنے والوں کا ذوق یہ ہے کہ وہ سمندر اور دریا میں زندگی نہیں گزار سکتے جس طرح سے گندگی اور نجاست میں رہنے والے کیڑے مکوڑے صاف ستھرے پانی میں نہیں جی سکتے کیوں کہ وہ ان کی طبیعت کے مطابق نہیں۔ بلا تمثیل اسلام کے نظام طلاق میں ہزاروں خوبیاں ہیں لیکن وہ ان کو نظر نہیں آسکتیں جو برائیوں کے عادی ہو چکے ہوں۔

DARUL-ULOOM FAIZAIN-E-TAJUSHSHARIYA
Air Force Gate, Shikarpur Chaudhri, Izzat Nagar,
Bareilly Shareef (U.P.)- 243122 (M) 9457919474



دارالعلوم فیضانِ تاج الشریعہ
شکارپور چودھری عزت نگر بریلی شریف
www.faizanetajushshariya.com

مکرمی .... سلام مسنون

آپ کو یہ جان کر بے حد خوشی ہوگی کہ شہر بریلی شریف میں کوئی ایسا ادارہ نہیں تھا کہ جہاں اکیڈمک طرز پر بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو اور اسکول و کالج وغیرہ کے طلبہ کو بھی دینی تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔
اسی ضرورت دینی کو محسوس کرتے ہوئے ایک عظیم ادارہ ''**دار العلوم فیضان تاج الشریعہ**'' کے نام سے قائم کیا، جس کا تعمیری کام جاری ہے، اب تک اس کے پانچ کمروں کی دیواریں وغیرہ مکمل ہو چکی ہیں لٹر پڑنا باقی ہے، جس کی لمبائی و چوڑائی 2625 اسکوائر فٹ ہے۔
کمروں اور برآمدہ کے لنٹر اور لائٹ فٹنگ وغیرہ کا خرچ تقریباً ساڑھے چھ لاکھ (650000) روپئے ہے۔ لہذا آپ سے گزارش ہے کہ دین وسنیت کی خدمت کے لیے اس ادارہ کا ضرور تعاون فرمائیں تاکہ نئی نسل کو دینی و اسلامی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا جاسکے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنی استطاعت کے مطابق میٹریل مثلاً ریتا، بجری، سریا، سیمنٹ وغیرہ کو خود خرید کر بھیج سکتے ہیں۔

Cheque and Draft in favour
ALMAKTABUNNUR WELFARE SOCIETY
Bank Name :Bank of Baroda A/c No. 23550200007075
IFSC Code:BARBODAURAG

محمد راحت خان قادری غفرلہ القوی
بانی و مہتمم اعلیٰ دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف